قسط نمبرا

جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب
بنگلور نمبر ۲۹ (انڈیا)

انبیاءؑ کا مشن اور علماء کی ذمہ داریاں اور عصر جدید میں رسالت محمدی کا نیا اعجاز

۱۔ اختلافی مسائل میں فیصلہ کرنے والی کتاب :- قرآن عظیم جس طرح تشریعی اعتبار سے ایک جامع اور مکمل صحیفہ ہے اسی طرح وہ تکوینی (نیچرل) لحاظ سے بھی ابدی حقائق وکوائف پر مشتمل ایک بے مثال اور حیرت انگیز مجموعہ ہے اور اس کا بنیادی مقصد نوع انسانی کی فکری اور عملی دونوں میدانوں میں اصلاح و رہنمائی ہے ۔ یعنی جہاں ایک طرف وہ فکرونظر کی اصلاح کرتے ہوئے غلط افکار وعقائد اور بے بنیاد فلسفوں کا مدلل طور پر رد کرتا ہے تو دوسری طرف شرعی و اخلاقی حیثیت سے انسانی عمل وکردار کو درست کرنے پر بھی بدلائل زور دیتا ہے ، تاکہ اس کے نتیجے میں ایک ایسا خدا پرستانہ اور متوازن معاشرہ وجود میں آئے جو افراط وتفریط سے پاک ہو ۔ غرض یہ صحیفہ حکمت فطرت وشریعت کی آمیزش کا ایک انوکھا اور منفرد مجموعہ ہے جو افکار و اقدار سے بھرپور انسان کی جملہ ضروریات کا حامل اور ہر حیثیت سے جامع ترین صحیفہ ہدایت ہے اور اس کا ایک اور بہت بڑا وصف یہ بھی ہے کہ وہ قیامت تک پیش آنے والے تمام انسانی افکار و نظریات اور غلط قسم کے فلسفیانہ رجحانات پر اپنے مخصوص انداز میں اور بے لاگ تنقید وتبصرہ کرتا ہے اور نوع انسان کے فکری اختلافات کے درمیان فیصلہ ومحاکمہ کرتا ہے ۔ چنانچہ قرآن حکیم میں انبیائے کرام علیھم السلام کی بعثت کا اولین مقصد یہی بتایا گیا ہے کہ وہ ہر دور میں انسانی افکار ونظریات اور ان کے باہمی اختلافات کے درمیان محاکمہ (فیصلہ) کرتے ہوئے صحیح عقائد و افکار کی ترویج کریں اور عقلی دلائل کی روشنی میں خدائی ہدایت کی وضاحت کریں تاکہ اللہ تعالیٰ پر راہ ہدایت واضح نہ کرنے کا الزام عائد نہ ہو ۔ جیسا کہ حسب ذیل آیات سے ان حقائق پر بھرپور روشنی پڑتی ہے ۔ " کان الناس امۃ واحدۃ ، فبعث اللہ النبین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ " (ابتداء میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر جب انہوں نے باہم اختلاف کیا تو) اللہ نے انبیاء کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے

والے بناکر بھیجا اور ان کے ساتھ اپنی کتاب حقانیت کے ساتھ بھیج دی تاکہ وہ لوگوں کے باہمی اختلافات کے درمیان فیصلہ کرسکے ۔ (بقرہ : ۲۱۳) ۔ " رسلاً مبشرین ومنذرین لئلایکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسول " (ہم نے) پیغمبروں کو خوشخبری سنانے اور ڈرانے والے بناکر بھیجا تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کا اللہ پر کوئی الزام نہ رہے ۔ (نساء : ۱۶۰)

" لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معهم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط "

(ہم نے اپنے رسولوں کو یقیناً واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاردی تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں ۔ (حدید ۲۵) ۔ چنانچہ ان تینوں مقامات کے مطالعہ سے مجموعی طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نوع انسانی کے فکری اختلافات کو دور کرنے اور خداپرستی کے پرچار کیلئے انبیائے کرام کو اہل ایمان کیلئے مبشر اور منکرین کے لئے منذر بناکر بھیجتا رہا ہے اور انہیں کتاب ہدایت اور معجزات بھی عطا کرتا رہا ہے ۔ اور یہ معجزے دلیل رسالت ہوا کرتے ہیں ۔ یعنی ہر نبی کو اسکی نبوت کی نشانی کے طور پر کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا ہے اور کتاب میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں : ایک لوگوں کے فکری اختلافات کا حل اور دوسرے شرعی واخلاقی ضوابط ۔ اس اعتبار سے انبیائے کرام کی بعثت کا اولین مقصد لوگوں کے فکری اختلافات دور کرکے انہیں ایک نقطہ پر جمع کرنا ہے ۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت جاریہ کے مطابق پیغمبر آخرزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا ابدی وسرمدی معجزہ عنایت فرمایا جو قیامت تک پیش آنے والے ہر قسم کے فکری ونظریاتی اختلافات کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے نوع انسان کی انحرافی ذہنیت کا توڑ کرسکتا ہے اور دلیل واستدلال کے میدان میں خدائی حجت کو غالب کرکے انسان کو صحیح راستہ دکھاسکتا ہے ۔ اسی وجہ سے صحف سماوی کی اس آخری کڑی کو ہر قسم کے عقلی ومنطقی اور علمی وسائنٹیفک دلائل سے مزین وآراستہ کردیا گیا ہے : " ھدیً للناس وبینت من الھدیٰ والفرقان " (یہ قرآن) لوگوں کے ہدایت نامہ ہے اور اس میں ہدایت اور حق وباطل میں تمیز کے دلائل موجود ہیں ۔ (بقرہ : ۱۸۰) " ھوالذی ینزل علی عبدہ ایت بینت لیخرجکم من الظلمت الی النور ، وان اللہ بکم لرء وف رحیم " (وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح دلائل اتار رہا ہے تاکہ وہ تمھیں تاریکی سے روشنی میں لے آئے اور اللہ یقیناً تم پر بڑا مہربان اوررحمدل ہے ۔(حدید : ۹)

" ولقدانزلناالیک ایت بینت ، ومایکفر بھاالا الفاسقون "

(اورہم نے آپکے پاس روشن دلائل بھیج دیئے ہیں ۔ جنکا انکار فاسق لوگ ہی کرسکتے ہیں ۔ (بقرہ :۹۹)

" قل فللہ الحجۃ البالغۃ " (کہہ دو کہ اللہ ہی کی حجت (اپنی غایت تک) پہنچنے والی ہوگی۔ (انعام: ۱۴۹)۔ یہ آیات اس بے غبار حقیقت پر سے پردہ اٹھارہی ہیں کہ قرآن حکیم خدائی دلائل و براہین کا مجموعہ جو " آیات بینات " سے لبریز ہے اور اس کا بنیادی مقصد دین الٰہی سے منحرف لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے اور یہ آیات بینات (روشن دلائل) نوع انسانی کے فکری ونظریاتی اختلافات میں فیصلہ کرتے ہوئے انہیں راہ ہدایت دکھانے والے ہیں جو اتنے روشن اور واضح ہیں کہ ان کا انکار فاسق اور بدکردار لوگ ہی کرسکتے ہیں جو ضد اور ہٹ دھرمی کا راستہ اختیار کرنے والے ہوں۔ غرض ہر دور میں خدائے علیم وخبیر ہی کے دلیل وحجت عقلی ومنطقی اعتبار سے غالب رہے گی اور قیامت کے دن اس پر کسی قسم کا الزام عائد نہ ہوسکے گا۔ اس بحث سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ کتاب الٰہی میں بنیادی طور پر دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ایک نوع انسانی کے فکری اختلافات کا دل اور ان پر محاکمہ اور دوسرے خدائی دلائل وبراہین کا وجود۔ اس لحاظ سے کتاب اللہ "کتاب افکار" اور "کتاب دلائل" ہے۔ گویا کہ یہ فکر انسانی اور اس پر خدائی محاکمہ کرنے والی ایک مختصر ترین اور تاریخی انسائیکوپیڈیا ہے، جو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام احوال وکوائف کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم اس حیثیت سے بھی اپنا تعارف خود اس طرح کراتا ہے:

" وانہ لذکرلک ولقومک " (یہ قرآن یقیناً آپ کے اور آپکی قوم کے تذکرہ (پر مشتمل) ہے۔ (زخرف: ۴۴)۔ " ان ھوالا ذکر للعلمین " (یہ تو سارے جہاں کیلئے ایک تذکرہ ہے۔ (تکویر: ۲۷)

" بل اتیناھم بذکرھم فھم عن ذکرھم معرضون " (بلکہ ہم تو ان کا تذکرہ لے کر ان کے پاس آئے ہیں مگر وہ اپنے تذکرہ سے منہ موڑرہے ہیں۔ (مؤمنون: ۷۱) " لقد انزلنا الیکم کتاباً فیہ افلا تعقلون " (یقیناً ہم نے تمھارے پاس ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے جس میں تمھارا تذکرہ موجود ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟ (انبیاء: ۱۰)۔ یہ تمام آیات مجموعی اعتبار سے اس حقیقت پر روشنی ڈال رہی ہیں کہ اس معجزنما کلام حکمت میں پوری نوع انسانی کا " تذکرہ" یا اس کی " فکری داستان" اعجازی انداز میں موجود ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی دورے سے کیوں نہ ہو۔ اسی وجہ سے اوپر مذکور آخری آیت میں خطاب ہر دور کے لوگوں سے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ہر دور کا انسان اپنے علوم وفنون اور اپنے فلسفوں کی روشنی میں اپنا تذکرہ یا اپنی داستان اس کلام بلاغت رقم میں تلاش کرسکتا ہے۔ اور صحیفہ خداوندی کی اصلی بلاغت یہی ہے جو اس کے لفظی بلاغت سے زیادہ حکیمانہ اور ہر عجمی وعربی کے لئے قابل فہم ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نوع انسانی کے افکار ونظریات کا تحلیل و

تجزیہ اور ان کے اختلافات پر محاکمہ کون کرے گا اور یہ فریضہ کس کے ذمہ ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود قرآن ہی نے دیا ہے کہ یہ فریضہ اصولی طور پر انبیاء کرام علیھم السلام کے ذمہ ہے کہ وہ کتاب الہیٰ کی روشنی میں یہ خدمت انجام دیا کریں۔ جیسا کہ اوپر مذکور سورہ بقرہ کی آیت اس حقیقت پر روشنی ڈال رہی ہے اور اس کا آخری فقرہ یہ ہے: " لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ " (تاکہ وہ (کتاب الہیٰ) لوگوں کے باہمی اختلافات کے درمیان فیصلہ کر سکے۔ (بقرہ: ۲۱۳)۔ اس اعتبار سے کتاب الہیٰ میں ہر دور کا " حکم " موجود رہتا ہے اور وہ ہر دور کے لئے " حاکم " یا جج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی بنا پر ایک دوسرے موقع پر کہا گیا ہے کہ تم اپنے کسی بھی " مسئلے " میں اختلاف کر بیٹھو تو اس کا محاکمہ کتاب الہیٰ کی روشنی میں ہوگا۔ جس میں تمھارے تمام شرعی وفکری مسائل کا حل موجود ہے: " وما اختلفتم فیہ من شئی فحکمہ الی اللہ " (اور تم جس بات میں بھی اختلاف کر بیٹھو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ (شوریٰ: ۱۰)۔ اسی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافی مسائل میں کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کریں، جیسا کہ حسب ذیل آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ " وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون " (اور ہم نے آپ کے پاس یہ تذکرہ (قرآن) بھیج دیا ہے تاکہ آپ اس کے مضامین کی وضاحت کردیں اور پھر وہ (ان مضامین میں) غور کر سکیں۔ (نحل: ۴۴) " وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ ' وھدیً ورحمۃً لقوم یؤمنون " اور ہم نے آپ پر یہ کتاب اسی غرض سے اتاری ہے کہ آپ لوگوں کے اختلافات کو کھول کر بیان کردیں اور وہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت ورحمت کا باعث بن سکے۔ (نحل: ۶۴) " انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما راک اللہ ولا تکن للخائنین خصیماً " (ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس یقیناً حقانیت کے ساتھ بھیج دی ہے تاکہ آپ اللہ کی فہمائش کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کر سکیں آپ بددیانت لوگوں کے طرفدار مت بنئے۔ (نساء: ۱۰۵)۔ اس اعتبار سے منصب نبوت میں شرعی وقانونی مسائل کی تشریح وتوجیہہ اور باہمی نزاعات میں عدالتی فیصلوں کے ساتھ ساتھ فکری واختلافی مسائل پر محاکمہ بھی شامل ہے اور یہ آیات ہر اعتبار سے جامع اور وسیع ترین کلیات کی حامل ہیں۔ اور مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق ان تمام اختلافی امور ومسائل کے اصول وکلیات قرآن عظیم میں موجود ہیں جن کی تشریح وتفسیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھی، اور آپ کے بعد یہ

ذمہ داری وارثین رسولؐ پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن عظیم چونکہ ہر دور کیلئے کتاب ہدایت ہے اس لئے ہر دور میں ایسے علماء کی موجودگی ضروری ہے، جو نوع انسانی کے فکری ونظریاتی مسائل میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اسکے بے مثال کتاب حکمت سے استدلال کرکے اسکے درمیان پائے جانے والے اختلافات میں قول وفیصل سنانے والے ہوں۔ ظاہر ہے کہ علماء کتاب اللہ کے امین ہیں، لہذا یہ انہیں کا مقام ومنصب ہے اور اس لحاظ سے ہر دور کے علماء پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اپنے دور کے علوم وفنون اور فلسفوں کا جائزہ لے کر اختلاف بین الناس کے درمیان محاکمہ کریں اور خدائی دلائل وبراہین کے نشاندہی کرکے نوع انسانی کی ہدایت ورہنمائی کا باعث بنیں۔ چنانچہ حسب ذیل آیت کریمہ کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ "اہل ذکر" یا اہل قرآن کو تمام قرآنی مسائل" سے آگاہ رہنا چاہئیے، تاکہ عوام یا "غیر عالم" لوگ ان سے کسی مسئلے میں سوال کریں تو وہ صحیح جواب دے سکیں۔ "فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون" (اگر تم کو (کوئی بات) معلوم نہیں ہے تو اہل علم سے پوچھ لو (نحل: ۴۳)۔ اس آیت کریمہ کا تقاضہ ہے کہ تمام قرآنی مسائل سے آگاہ اہل علم کی ایک جماعت ہر دور میں موجود رہے تاکہ وہ لوگوں کا مرجع وماویٰ بن سکے اور امت کو درپیش ہر مسئلے اور ہر تنازعے کا معقول جواب دے سکے۔ واضح رہے اس سے صرف شرعی مسائل مراد نہیں ہیں اور اس آیت کریمہ میں اس قسم کی کوئی تحدید یا کوئی دلیل موجود نہیں ہے، بلکہ یہ آیت سیاق وسباق کے لحاظ سے بھی قرآن حکیم کے کل موضوعات اور اس کے جملہ علوم ومسائل پر حاوی دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ اسکے بعد متصلاً وہ آیت کریمہ مذکور ہے جس میں مندرجات کی تشریح وتوجیہ ہے اور یہ آیت اوپر گزر چکی ہے اور اس کی مزید دلیل یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں "ذکر" کا لفظ مشترکہ طور پر موجود ہے۔ واضح رہے بہت سے مقامات میں قرآن حکیم کو بطور ایک وصف ذکر کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اپنے نادر اور حیرت انگیز "تذکروں" کی بنا پر عالم انسانی کو "متنبہ" کرنے یا "چونکانے والا" دکھائی دیتا ہے۔ بہرحال ایک دوسرے مقام پر علماء کے مقام ومنصب کے بارے میں ارشاد ہے: "كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا ايته وليتذكر اولوالالباب" (یہ ایسی مبارک کتاب ہے جو ہم نے آپ کے پاس بھیج دی ہے تاکہ وہ (لوگ) اسکی آیات میں تدبر کریں اور پختہ عقل والے (اسکے انوکھے مضامین پر) متنبہ ہوسکیں) (ص: ۲۹)۔ دیکھئے اس موقع پر "تذکر" کا جو لفظ لایا گیا ہے وہ بھی "تنبہ" پر دلالت کررہا ہے یعنی ذہن میں بطور "حدس" کوئی بات یا کوئی بھولی بسری حقیقت آجانا اور یہ بات عموماً اس وقت ہوتی ہے جب کسی حقیقت کو دیکھ کر اچانک ذہن میں کوئی دوسری

حقیقت خود بخود آجائے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ عصری علوم وفنون کے حقائق کو مستحضر رکھتے ہوئے قرآن حکیم کے ابدی حقائق کا مطالعہ اور ان دونوں کا تقابل کیا جائے۔ اسکے نتیجے میں عجیب وغریب معانی ومطالب ذہن میں آنے لگتے ہیں اور اسرار ومعارف خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں۔ جب قرآن عظیم کا علمی اعجاز کھل کر سامنے آتا ہے اور خدائے علیم وخبیر کے "احاطہ جزئیات" کی حقیقت وکیفیت منکشف ہوجاتی ہے کہ اسکا علم ازلی مستقبل میں پیش آنے والے تمام علوم ومسائل اور کائنات کے ایک ایک جزئیہ پر محیط ہے اور اس عالم ہست وبود کی کوئی چیز اسکی باریک بین نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ اسطرح اسکے علم ازلی کا آفاقی اور عینی وبصری طور پر مشاہدہ ہوجاتا ہے اور اسی علم ازلی کی بنا پر اس نے اپنے کلام برحق میں ہر چیز کی پہلے ہی سے خبر دے رکھی ہے تاکہ علوم وفنون کے ترقی کے بعد اس کلام حکمت کے جلوے ظاہر ہوں اور لوگوں کو یقین ہوجائے کہ اس عالم عالم رنگ وبو کے ماوراء ایک عظیم اور عالی صفات ہستی ضرور جلوہ افروز ہے جو پس پردہ رہ کر اپنے فوق الطبعی کرشمے دکھارہی ہے اور اسکے وجود کی نشانیوں سے یہ پورا صحیفہ فطرت پٹا پڑا ہے۔ غرض قرآن اور علوم وفنون کے تقابل سے دو قسم کی چیزیں سامنے آتی ہیں۔ ایک قرآنی حقائق ومعارف سے مطابقت رکھنے والی اور دوسرے اسکی مخالفت کرنے والی۔ لہذا جو باتیں مطابقت رکھنے والی ہوں وہ حق ہیں اور جو اس سے ٹکرانے والی ہیں وہ باطل ہیں۔ اس طرح قرآن عظیم اپنے "فرقان" ہونے کے اعتبار سے "حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا" قرار پاتا ہے اور یہی اسکا وہ زبردست روپ ہے جو "لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ" (بقرہ: ۲۱۳) کے عین مطابق ہے گویا کہ اس کتاب حکمت میں "افکار ونظریات" تلتے ہیں اور وہ ایک ایسی میزان ہے جو کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کرنے والی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن یتمیہؒ نے تحریر کیا ہے کہ کتاب الہیٰ میں علمی وفلسفیانہ ہر قسم کے اختلافات پر محاکمہ موجود ہے۔ جب کتاب وسنت کے نصوص اور اہل اصطلاحات کے معانی ومطالب کا تقابل کیا جائے تو حکم الہی ظاہر ہوجائے گا۔ اور اس کیلئے کتاب وسنت اور اہل فنون کے الفاظ ومعانی کی معرفت ضروری ہے۔ جس کے نتیجے میں کتاب اللہ کی موافقت یا مخالفت ظاہر ہوجائے گی (۱)۔ اور امام شافعیؒ کتاب اللہ کی ہمہ گیر اور اس کی جامعیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ جب بھی کسی دیندار شخص کیلئے کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو کتاب الہی میں اس کی دلیل (حل) بطور ہدایت ضرور مل جائے گی۔" قال الشافعی

(۱) خلاصہ از موافقۃ صحیح المنقول: ۱/ ۵۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۸۵ء

فلیست تنزل باحد من اهل دین الله نازلة الاوفی کتاب الله الدلیل علی سبیل الهدی فیها " (۲) اور پھر موصوف نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں حسب ذیل آیات پیش کی ہیں : " کتاب انزلنه الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور " (یہ کتاب ہم نے تجھ پر اتاری ہے تاکہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے) ۔ (ابراھیم : ۱)

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیهم ولعلهم یتفکرون " (اور ہم نے آپ کے پاس یہ تذکرہ (قرآن) بھیج دیا ہے تاکہ آپ اس کے مضامین کو کھول کر بیان کردیں اور وہ ان میں غور کرسکیں) ۔ (نحل : ۴۴) ۔ " ونزلنا علیک الکتب تبیاناً لکل شئیٍ وهدیً ورحمةً وبشری للمسلمین " (اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کردی ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے اور وہ اہل اسلام کےلئے ہدایت رحمت اور خوشخبری ہے ۔ (نحل : ۸۹) چنانچہ قرآن حکیم کے یہ بیانات جس طرح شرعی واخلاقی اور قانونی مسائل کے جامع ہیں اسی طرح وہ فکری ونظریاتی علوم ومسائل کے بھی جامع ہیں ۔ کیونکہ یہ کلام ہر اعتبار سے بنی آدم کیلئے ہادی ورہنما ہے ۔ چونکہ ہر دور میں دین الٰہی کی تجدید ضروری ہوتی ہے اس لئے خدائے علیم وخبیر نے اپنے ابدی وسرمدی کلام کو تمام علوم اور ہر قسم کے علمی اسرار ومعارف سے لیس کردیا ہے تاکہ وہ ہر دور

منحرفانہ نظریات اور مادہ پرستانہ فلسفوں کا مقابلہ کرسکے اور باطل کی سرکوبی کرتے ہوئے اپنا رہبرانہ پارٹ ادا کرسکے ۔ لہذا آج علمائے اسلام پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے مشن کے مطابق صحفہ ربانی کی حقیقت اور اس کے علمی اعجاز کو سمجھیں اور پھر قرآن اور جدید علوم کا تقابل اور باطل فلسفوں کا رد کرکے عصر جدید کے سب سے بڑے چیلنج کا جواب دیں ، تاکہ دین الٰہی کا بول بالا ہوسکے اور یہ موجودہ دور کا سب سے بڑا فریضہ ہے ۔

(۲) الرسالة ، ایڈٹ کردہ احمد محمد شاکر ، ص ۲۰ ، مطبوعہ مصر ۱۹۷۹ء)

بقیہ صـ24 پہ

(۲۱) علم دین کا لب لباب :۔ پوری زندگی میں جو کچھ پڑھا اور پڑھایا اس کا تمام ترلب لباب صرف تین چیزیں ملی ہیں ۔

(۱) کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بڑی ہے ۔ — اللہ اکبر

(۲) کہ اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے ۔ — ورضوان من اللہ اکبر

(۳) کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے ۔ — ولذکر اللہ اکبر

ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

۱۹۷۹ء